امید کی کرن

راقم السطور

محمد صدام حسین ازہری

باسمہ تعالی

امید کی کرن

کہتے ہیں کہ : ''آس ہے تو سانس ہے اور سانس ہے تو زندگی ہے'' اگر انسان کے پاس آس ختم ہو جائے اور امید کرنا چھوڑ دے تو زندگی کی ڈور کمزور سے کمزور تر ہوتی چلی جاتی ہے اور بسا اوقات زندگی کی پتنگ کٹ کر نا انجان دنیا میں جا بستی ہے۔

یہی وہ آس اور امید ہے جو انسان کو اِس آماجگاہِ آلام و مصائب میں جینے کا ہنر عطا کرتی ہے... یہی وہ چنگاری ہے جو مایوسی کی بنجر زمین پر اگے ہوئے خشک گھاس کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے اور بارانِ امید سے اس سر زمین کو سرسبز و شاداب کر کے جِلا بخش دیتی ہے... یہی وہ چراغِ سحری ہے جو اپنی زندگی کی آخری رمق کے ساتھ ٹمٹماتے ہوئے ایک نئی صبحِ فروزاں کا پتہ دیتی ہے۔



یہ اک نور ہے جو شبِ دیجور کی تاریکیوں کو چیرتے ہوئے رہروانِ گم کردہ راہِ منزل کی رہنمائی کرتی ہے...یہ وہ شمع ہے جو پروانوں کی روح کی تسکین کا سامان ہے جس کے لیے وہ اپنی عزیز جان کو بھی قربان کر دینے سے گریز نہیں کرتے... یہ چمنستانِ حیات کا وہ پھول ہے جس کی خوشبو سے مشامِ جاں معطر ہو جاتا ہے اور روح میں ایک تازگی کا احساس ہوتا ہے...یہ ایک نہایت ہی زبردست اور مضبوط ہتھیار ہے جو کارزارِ حیات کے سپاہی کے لیے بے حد مفید ہے۔

ایک صحت مند زندگی کے لیے جہاں بہتر غذا اور موزوں آب وہوا کی اہمیت وافادیت مسلّم ہے، وہیں پر آس اور امید جیسی مقوی غذا کو تقدم اور اولیت کا مقام حاصل ہے، جو اپنے جوہری فوائد کی وجہ سے زندگی کی دیگر تمام ضروری اور لازمی امور کی فہرست میں سب سے آگے ہے اور ایک ناقابلِ انکار حقیقت کے طور پر دنیا کے سامنے آشکارا ہے۔

چہار دانگِ عالم میں جہاں بھی انسان زندگی بسر کرتا ہے جب اس نے زندگی بسر کرنے کے اسباب اور اس کے حصول پر مکمل دسترس حاصل کر لیا اور تہذیب و ثقافت کے راستے اس کے سامنے جب کھلے تو وہ اس راستے پر اس تیز رفتاری سے چل پڑا جیسے کہ اسے صدیوں سے جس خزانے کی تلاش تھی وہ اس کے سامنے چند قدم کے فاصلے پر موجود ہے اور وہ اسے پل بھر میں حاصل کر لینے والا ہے۔ لیکن تیز رفتاری کے اس عالم میں وہ بہت دور نکل آیا اور حقیقی تہذیب و ثقافت کو پس پشت ڈال دیا۔

اس نے ''**توکل**'' کے معنی کو ہی بھلا دیا جو انسان کو اس کے رب سے جوڑ کر دنیا میں جینے کا طریقہ فراہم کرتا ہے۔ یہی وہ نقطۂ تحول اور لحۂ ضالہ ہے جہاں پر یاس کی تخم ریزی اور ناامیدی کی شجر کاری ہوتی



ہے جو یکلخت مقصدِ حیات کو بدل کرر کھ دیتی ہے اور پیشانی پر بل پہ بل ڈالتے ہوئے بھی کوسوں دور منزل کے سنگِ میل کا کچھ نام و نشان تک نہیں ملتا ہے۔

خلاقِ کائنات جس کے کلمہ ٔ "کن" سے سارا جہان پردۂ عدم سے منصۂ وجود پر آیا، جو بغیر کسی خلل کے نہایت ہی دقیق نظام کے ساتھ اپنی راہ پر گامزن ہے۔ افلاک کی گردش ہو یا سیّارگان کی چال، عناصر کا امتزاج ہو یا پوری کائنات کا نظام ہر ایک اپنی سیر گاہ میں سرمست ہے اور مناسب مقدار اور منظم نظام کے ساتھ (بغیر کسی تصادم کے) ہر ایک اپنے راستے کو عبور کر رہا ہے۔

اسی ربِ کائنات نے افضلِ کائنات اور اشرفِ مخلوقات جیسے عظیم القاب یک مشتِ خاک حضرتِ انسان کو عطا کئے ہیں اور تاجِ کرامت و شرافت سے اسے سرفراز فرمایا ہے۔ یہ خالق کائنات کی محیر العقول صناعی کا وہ مظہر ہے جس کے سامنے بڑی بڑی عقلیں پسپا نظر آتی ہیں، عقل و خرد کے بڑے بڑے مہار تھی اور سورما ہتھیار ڈال دیتے ہیں۔ یہ وہ واحد مخلوق ہے جس نے اپنے سے ہزار گنا بڑی طاقتوں کو مسخر کیا اور کئی بڑے شریروں اور سرکشوں کی سرکوبی کر اپنا مطیع بنالیا ہے۔

اس خاک کی چٹکی میں وہ کیا خاص بات ہے اور وہ کون سی طاقت پسِ پشت کارفرما ہے جس نے اسے عظیم معارک کو سر کرنے، بظاہر ناممکن اور محال نظر آنے والے مسائل کو حل کرنے اور نہایت پیچیدہ امور کی عقدہ کشائی پر مہمیز لگائی؟...وہ کون سے عوامل ہیں جنہوں نے اسے جرأت مندانہ اِقدام پر برانگیختہ کیا؟...وہ کون سی اسپرٹ ہے جس نے اسے اپنے ماسوی سے امتیازی مقام حاصل کرنے پر فورس کیا؟...اور وہ کون سا ایسا جذبہ ہے جو اسے میدانِ عمل میں کھینچ لائی؟



یقیناً یہ وہ طاقت ہے جس نے نحیف و ناتواں اور بجھے ہوئے جسم میں جب روح پھونکی تو وہ یکسر اٹھ کھڑا ہوا، اور سرد رگوں میں حرارت کی لہر دوڑ گئی... یہ وہ ابرِ باراں ہے جو چمن زارِ حیاتِ سوختہ پر سایہ فگن ہوتا ہے تو اس کی موسلادھار بارش ہر ایک ذرّے کو سیراب کر دیتی ہے اور فیض کا دریا یوں نکلتا ہے جو کسی کو شکوۂ تشنگی کا موقع ہی نہیں دیتا... یہ ظلمت کدہ کا وہ نور ہے جو ہر زاوئے کو منور کرتا ہے... یہ وہ تنکا ہے جو ڈوبنے والے کا سہارا بنتا ہے... یہ وہ منارۂ نور ہے جو سخت تاریک راتوں میں بھی بحری بیڑوں کو ساحل سمندر تک پہنچنے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے اور انہیں بھٹکنے سے بچا لیتا ہے ... یہ وہ سائبان ہے جس کے نیچے مایوسی کی سخت چلچلاتی دھوپ سے سکون واطمنان میسر ہوتا ہے... یہی وہ دستِ مسیحا ہے جو کسی کو چھولے تو وہ لاعلاج اور متعدی امراض سے شفایاب ہو جائے... یہی وہ آب ہے جس کی آمد سے تیمم (ناامیدی) برخاست ہو جاتا ہے... یہی وہ رکنِ اساسی ہے جس پر حسین زندگی کی عمارت استوار ہوتی ہے... ہاں ! ... بیشک وہ امید ہے... امید ہے... امید ہے۔

قبلِ بعثت جب انسانیت شرمسار ہو رہی تھی... رؤسا وامرا کی دہلیز پر اپنا دم توڑ رہی تھی... قتل وغارت گری عام سی بات تھی... حق تلفی اور عہد شکنی معمولی سی چیز تھی... صنفِ نازک اپنا مقام کھو چکی تھی... نومولودہ کو زندہ درگور کرنا رواج سا بن چکا تھا... چھوٹی چھوٹی باتوں پر کئی کئی سالوں تک جنگ وجدال کا ماحول گرم رہتا تھا... فکری بے راہ روی اور اخلاقی پستی مقدر بن چکا تھا... ایسے پراگندہ ماحول میں اخلاقی قدروں اور انسانیت کا تصور یا تو بالکل معدوم ہو چکا تھا یا پھر جہاں موجود تھا وہ اپنے ہی تنگ دائرے میں سمٹ کر رہ گیا تھا۔



ایسے میں ضرورت تھی:

ایک ایسے دستگیر کی جو گرداب میں پھنسی مخلوق (انسانیت) کی دستگیری کرے...ایک ایسے مرشد کی جو راہِ راست سے منحرف قوم کی رہنمائی کرے...ایک ایسے مربی کی جو اخلاقی قدروں کو بلند و بالا مقام تک پہنچا دے...ایک ایسے ہادئی بر حق کی جو گمرہی اور ضلالت کے تاریک پردے کو چاک کر رشد وہدایت کی روشن فضا قائم کرے...ایک ایسے محسن کی جو انسانیت کی پسماندگی کو دور کر اس کے گمشدہ وقار کو بحال کرے اور اس کو درجہ کمال تک پہنچا دے...ایک ایسے معلم کی جو جہالت کی دلدل میں غرق خلق کی گلوخلاصی کی تدبیر کی تعلیم دے...ایک ایسے پیکرِ عمل کی جس کی ہر ایک خو اور ہر ایک ادا اُخوت و مساوات کا درس دے...ایک ایسے مقتدا کی جس کے ہر ایک عمل اور انداز سے زندگانی کے نشیب و فراز کو استوار کیا جا سکے...ایک ایسے مشکل کشا کی جس کے اقوال و افعال سے مزین نسخۂ کیمیا سے روز و شب کے درپیش مسائل کو لمحہ بھر میں حل کیا جا سکے...ایک ایسے عالی ہمت کی جو سراپا غیرت و حمیّت کا مجسمہ ہو...ایک ایسے بلند کردار ہستی کی جس کا دامنِ تطہیر انسانی کدورتوں سے پاک و صاف ہو...ایک ایسے مہربان اور رحم دل ذات کی جس کے دستِ شفقت سے یتامی اور مساکین کا رنج و غم کافور ہو...ایک ایسے مسیحا کی جس کا ایک لمس مردہ دلوں میں زندگی کی روح پھونک دے، جس کی ایک مسکراہٹ افسردہ چہروں پر فرحت و انبساط کی لڑیاں بکھیر دے...ایک ایسی ہر دل عزیز ذات کی جو الفت و محبت کا مجسمہ ہو...ایک ایسی باکمال شخصیت کی جو مرتبہ کمال پر فائز ہو۔



اپنی حالت زار پر سسکتی، بلکتی انسانیت پر ربِّ کائنات نے احسانِ عظیم کیا، امید کی ایک نوری کرن پھوٹی اور جامعِ جملہ صفاتِ حمیدہ... صاحبِ اخلاقِ فاضلہ... روشن ضمیر وطلعت... مہرِ جبین و خوش طینت... سرورِ کائناتِ کل دوجہاں... باعثِ تخلیقِ مکان و زماں... امام جمیع الانبیاء والرسل... ہادیٔ طرق الحق والسبل... افضل البشر واکرم الخلق... احسن الخصال واعظم الخلق... حامیٔ شریعت و طریقت... ماحیٔ کفر وضلالت... کاشفِ اسرارِ حقیقت... قامعِ شرک و بدعت... دستگیرِ بے کساں ... دلگیرِ رنجوراں... حضور پرنور... سرکارِ یوم النشور... جنابِ رسول اکرم... نبی افخم سیدنا **محمد** مصطفیٰ بن عبد اللہ (عليه أفضل الصلاة وأزكى السلام) کو اس خاکدانِ گیتی پر رحمتِ کل جہاں بنا کر مبعوث فرمایا۔

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند　　　اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

یہ وہ ذات ہے جس کی آمد نے ایوانِ کفر وشرک میں زلزلے پیدا کر دئے... جس کے وجود سراپا نور نے تختۂ دل کی سیاہی کو محو کر روشن وتابناک کر دیا... جس کی بابرکت ذات نے اپنے فیضانِ جود وسخا سے ہر کس وناکس کو خوب خوب سیراب کیا... جس کی دلکش آواز اور خوبصورت ناز وانداز نے ہر ایک کو وارفتہ ومسحور کر دیا... جس کی خوش گفتاری نے سنگدل کو موم اور ظلم وجبر کی مورت کو شفقت ورحمت کی صورت کر دیا۔

یہی وہ ذات ہے جس نے اپنی خداداد علم اور صلاحیت سے دنیا کے نقشے سے بدامنی اور بدنظمی کو صاف کر دیا... کفر وشرک اور ضلالت وجہالت کی بیخ کنی فرمائی... عدل وانصاف کی پرامن فضا قائم کی... اخوت ومساوات کا خوش گوار سماں باندھا... انسانیت کے پست اور مجروح وقار کو بحال کر اوجِ



ثریّاپر پہنچا دیا... خزاں رسیدہ گلشنِ حیات کو سدا بہار گلستان بنا دیا... فکرِ امروز و فردا کے بجائے فکرِ آخرت کی دعوت دی... حیاتِ فانی پر مر مٹنے کے بجائے حیاتِ جاودانی کی طرف رغبت دلائی... سعادتِ ابدی کا نسخہ عطا کیا... زندگی جینے کا درست طریقہ اور اصلِ مقصد و ہدف کی طرف رہنمائی کی... یقیناً یہی وہ واحد شخصیت ہے جو امتِ فرسودہ کی امید پر کھری اتری... اور تا قیامت امتِ آئندہ کے لئے اپنی پرُحکمت سُنت کو بطورِ مشعلِ راہِ ہدایت وراثت میں ترک فرمائی۔

(عليه أفضل الصلاة وأزكى السلام)

آخری امید:

وقت اپنی برق رفتاری کے ساتھ مسلسل اپنی انتہا کی طرف رواں دواں ہے... ہر لمحہ دنیا اپنی عمر کے آخری پڑاؤ کی جانب قدم بڑھا رہی ہے... ہر شئ فنا کے گھاٹ اتر رہی ہے... عالمِ حدوث و امکان (جس کی پیشانی پر "فنا" کندہ ہے) اپنے حصے کی محدود زندگی گذار کر ختم ہوئی جا رہی ہے... زیر وزبر کی تگ ودو میں ایک ہلاکت خیز ہنگامہ بپا ہے... بمطابق قولے: ہر کمالے را زوالے، یہ کائنات بھی زوال پذیر ہے۔

آج یومِ موعود یعنی قیامت کا دن ہے... آج سب کے اعمال نامے کھولے جائیں گے... حساب و کتاب ہوگا ... سزا اور جزا کے فرمان صادر ہونگے ...آج ابدی زندگی کا فیصلہ ہوگا... ہر طرف شدید خوف واضطراب کا ماحول ہے ... قیامت کا ہولناک اور خوفناک منظر خوف و ہراس میں مزید اضافہ کر رہا ہے... غضبِ خداوندی عروج پر ہے... کسی کو چون وچرا کی ہمت نہیں ہے... ہر ایک کو صرف



اپنے نفس کی فکر دامن گیر ہے... کوئی کسی کا پرسانِ حال نہیں ہے...اعزاواقربا کنارہ کش ہیں...مال واولاد بے سود ہیں...امید ہے کہ غضبِ خداوندی میں کچھ تخفیف ہو لیکن کوئی صورت نظر نہیں آتی ہے... علما کا مشورہ ہوتا ہے کہ کسی بڑی مقربِ بارگاہ شخصیت سے سفارش کی جائے ...درِ شفاعت کھٹکھٹایا جائے... آدمِ اوّل سے آدمِ ثانی (علیہم السلام)تک (کی محبوبانِ بارگاہ) سے فریادیوں کو الی غیری کی ہی صدائیں سنائی دیتی ہیں..اور مایوسی ہی ہاتھ لگتی ہے۔

لیکن اچانک منظر نامہ تبدیل ہوتا ہے...پردۂ غیب سے مژدۂ جاں فزاں کی صدا بلند ہوتی ہے... دہشت و وحشت کے اس عالم میں ایک مونس و غمخوار نمودار ہوتا ہے جس سے رنج و غم کے بحرِ بے کراں میں ڈوبی امت میں فرحت و مسرت کی لہریں موجزن ہو جاتی ہیں... جس کی گفتار سدا بہار سے قلب و جگر کو راحت و سکون میسر آجاتا ہے...امید کی پژمردہ کلیاں بر آتی ہیں...خوشی کے شادیانے بج اٹھتے ہیں...ایک نورانی صورت جلوہ افروز ہوتی ہے جس کی جبینِ روشن تاب ظلمت کدہ کو منوّر کر دیتی ہے... جس کی نگاہِ ناز سے دلِ عاشقاں کو قرار آجاتا ہے...آج اس بے قرار امت کے قرار کا سامان آگیا ہے... آفاق کی ظلمت کو ختم کرنے کے لئے آفتاب طلوع ہو گیا ہے۔

اور ایک بار پھر انسان (اور انسانیت) کی امداد کرنے شہنشاہِ کونین تشریف لا رہے ہیں...اپنی امتِ محبوبہ کو قہرِ خداوندی سے بچانے کے لئے پروانۂ شفاعت لئے آرہے ہیں...

رنجیدہ چہرے اب خندیدہ نظر آرہے ہیں... مرجھائے ہوئے پھول اب تازگی محسوس کر رہے ہیں... **أنا لها** کی پر مسرت صداحیاتِ نو کی بشارت دے رہی ہے...ساکن وساکت سطحِ نصیبہ میں ہلچل سی

مچ رہی ہے...آفتابِ غضب کی تپش سے سایۂ رحمتِ عالم میں پناہ مل رہی ہے...لوائے حمد کے تلے خلقِ خدا جمع ہو رہی ہے... محسنِ اعظم کائنات، باعثِ تخلیقِ ارض و سماوات، محبوبِ ربِّ کریم، صاحبِ خلقِ عظیم، درِّ صدف و گہر، شفیعِ روزِ محشر، بارگاہِ خداوندی میں سجدہ ریز ہو جاتے ہیں... غمِ امت میں آبدیدہ ہو کر مغفرت اور شفاعت کی دعا فرما رہے ہیں... غضبِ پروردگار میں تخفیف کی التجا کر رہے ہیں...چنانچہ رحمتِ خلاقِ کل جہاں جوش میں آتی ہے... شفاعت و مغفرت کی اجازت دے دی جاتی ہے... مقامِ محمود عنایت فرما کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شوکت و عظمت خلق پر عیاں کیا جاتا ہے...اگلوں اور پچھلوں پر آپ کی فوقیت اور برتری ثبت کر دی جاتی ہے۔

اور اب میزان قائم کیا جا چکا ہے... حساب و کتاب کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے...کارخانۂ رحمت سے مغفرت کی سوغات عطا کی جا رہی ہے... سرکارِ عالم پناہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہاں آبِ کوثر کا جام پلا رہے ہیں...تو وہاں پل صراط پہ امت کی دستگیری فرما رہے ہیں... کبھی میزان پہ آکر نیکیوں کے پلڑے کو وزنی فرما رہے ہیں ...تو کبھی خوفزدہ مخلوق کو ڈھارس بندھا رہے ہیں...امتِ رنجیدہ فرحاں وشاداں سوئے بہشت چلی جا رہی ہے...اپنے اپنے مراتب پہ فائز ہو رہی ہے...اور سرکار مدینہ سرورِ قلب وسینہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گن گائے جا رہی ہے۔

لاکھوں، کروروں درود و سلام ہو ہمارے آقا و مولیٰ پر جنھوں نے دنیا و آخرت میں ہماری لاج رکھ لی ...ابدی شقاوت سے ہمیں بچالیا...دائمی ذلت و رسوائی سے ہمیں محفوظ فرمادیا...اور بے شمار احسانات ہم پر فرمائے جو حدِ تعداد و شمار سے باہر ہیں... چنانچہ ربِّ کریم، رؤوف ورحیم کی بارگاہ میں التجا



ہے کہ ہمیں دنیا میں حضور نبی کریم(علیه الصلاة و التسلیم) کی محبت کا اسیر کرے اور آخرت میں آپ کی شفاعت کا سزاوار کرے۔

آمین یا رب العالمین بجاه سید المرسلین صلی اللہ علیه وسلم

(...صلی اللہ علی النبی الأمی و علیٰ آله وصحبه وسلم تسلیما کثیرا...)

یکے از امیدوارانِ شفاعتِ مصطفیٰ علیہ السلام

محمد صدام حسین قادری

الازہر الشریف قاہرہ/مصر

